کلاسکی اردو شاعری کی اصناف

(تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

مقالہ نگار : سلمی محمد رفیق　　　　　　نگراں: پروفیسر وہاج الدین علوی

شعبۂ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

میں نے اپنے تحقیقی مقالے کی تکمیل جس موضوع پر کی وہ ''کلاسیکی اردو شاعری کی اصناف: تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' ہے۔ یہ مقالہ مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:　کلاسیکیت کی اصطلاح، معنی ومفہوم

باب دوم:　اردو کی ہیئتی اصناف ☆ غزل ☆ مثنوی ☆ رباعی ☆ قطعہ

باب سوم:　اردو کی موضوعی اصناف

☆ قصیدہ ☆ مرثیہ (نوحہ اور سلام) ☆ ریختی ☆ شہرآشوب ☆ واسوخت

☆ منقبت (حمد، مناجات اور نعت وغیرہ) ☆ کتابیات

اس موضوع میں تین بنیادی الفاظ ہیں کلاسکی، شاعری اور اصناف۔ اہل دانش سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی بھی زبان وادب کا بہترین سرمایہ اس کی کلاسیک کو ہی تصور کیا جاتا ہے۔ اردو میں کلاسیک کے معنی اعلی، ارفع، معتبر اور مستند کے ہیں جو بجا طور پر ''ادب عالیہ'' کے بنیادی خصائص ہیں۔ لہذا اس مقالہ میں اسی سرمایہ کی پیش کش کی کوشش ہے جسے ہم ادب عالیہ سے موسوم کرتے ہیں۔ دوسرا لفظ ''شاعری'' ہے۔ شاعری کیا ہے؟ شعر کسے کہتے ہیں؟ دور قدیم سے ہی یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا حتمی جواب یا تعریف آج تک نہیں وضع ہوسکی ہے۔ شعر کی حد بندی کا معاملہ نازک ہے اور بلاشبہ ادب میں مستند مقام حاصل کرنے والے نقاد اور اہل فن کی تحریروں کے باوجود ترمیم وتردید کا باب آج بھی کھلا ہوا ہے۔ ڈاکٹر جانسن نے غالباً درست کہا ہے کہ جناب یہ کہنا زیادہ آسان ہے کہ کیا چیز شاعری نہیں ہے۔ عرب علماء کے یہاں کم وبیش یہی تعریف ملتی ہے کہ شعر ایسا کلام ہے جو موزوں اور مقفی ہو اور بلا ارادہ لکھا گیا ہو۔ فارسی میں نظامی عروضی سمرقندی نے لکھا ہے کہ شاعری وہ ہے جس میں چھوٹی چیز بڑی اور بڑی چیز چھوٹی کر کے دکھائی جاتی ہے۔ اور اچھی چیز کو بدنما اور بری چیز کو خوش نما ثابت کیا جاتا ہے تاکہ انسان کے جذبات مشتعل ہوں اور طبیعت پر انبساط یا انقباض کی کیفیت طاری ہو اور یہ دنیا میں مہتمم بالشان کارناموں کا سبب ہے۔ اردو میں حالؔی، شبلؔی، سید امداد امام اثرؔ، عبدالسلام ندوی، عبدالرحمٰن بجنوری، نجم الغنی وغیرہ نے عربی اور فارسی سے استفادہ کر کے شعر کی تعریف اپنی فہم وادراک کے مطابق پیش کی ہے۔ شعر کے معاملہ میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ شاعری ایک آرٹ (فن) ہے۔ اس کا تعلق جذبات واحساسات سے ہے۔ اس میں زبان واسلوب کی نزاکت کا خاص خیال ہونا چاہیے اور یہ تمام خوبیاں ہماری کلاسیکی اصناف سخن اور اساتذہ کے کلام میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ رہا سوال ''صنف'' کا تو ہمیں اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ادب ایک نظام ہے اور صنف اس کا نجی نظام ہے۔ نظام اور پھر نجی نظام دونوں کے اپنے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں۔ اپنی اپنی حدود میں وہ آزاد بھی ہوتے ہیں۔ اس بنا پر کسی صنف سے یہ مطالبہ کرنا مناسب نہیں کہ اس کے اندر دوسری صنف کی خصوصیت کیوں نہیں ہے جیسا کہ ہمارے بعض نقادوں کا غزل سے تسلسل بیان کا مطالبہ۔ کوئی بھی صنف ضرورت کے تحت وجود میں آتی ہے اور اگر ایک بار کوئی صنف وجود میں آ گئی تو وہ کسی وقت میں متروک تو ہوسکتی ہے لیکن منسوخ نہیں کی جاسکتی ہے۔ صنف کی

بقا کے لیے سب سے بڑی شرط اس کی مقبولیت ہے اور مقبولیت کا دارومدار ضرورت پر ہے اگر ضرورت نہ ہو تو کوئی صنف وجود میں نہیں آتی۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی اہم ہے کہ اکثر تحریروں میں صنف کے متعلق فیصلہ خود مصنف کی شہادت پر منحصر ہے کہ وہ اپنی تخلیق کو کس صنف سے موسوم کرتا ہے۔ مثلاً حالؔی نے اپنی مسلسل غزلوں کو غزل کہا ہے قطعہ نہیں، تو اسے غزل ہی ماننا چاہیے۔

آج کے اس مادی، مشینی اور ذہنی خلفشاء کے دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوانوں بالخصوص نازک ہاتھوں میں ایسا کچھ تھمایا جائے جس کو وہ تھامیں تو اس کی رسائی صرف ''دماغ'' تک نہ ہوکر ''دل'' اور اس کے معاملات ومطالبات تک بھی ہو۔ اور اس مقصد کے لیے اصناف سخن سے بہتر کوئی آلہ (Gadget) نہیں ہوسکتا ہے۔ موجود سب کچھ ہے ضرورت اس کو حسن ترتیب، بہترین پیش کش سے مزین، غیر مستند اور مبہم بیانات سے پاک، جدید تحقیقی روشنی کی مدد سے واضح اور انسان وکائنات کے لیے مفید اور نہایت کارآمد ثابت کر کے پیش کرنے کی ہے تاکہ اس سرمایۂ افتخار سے بے اعتنائی برتنے والے اس کی افادیت اور حسن وخوبی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ اصناف ادب کا مطالعہ کسی زبان کی تاریخ وتہذیب کا مطالعہ ہوتا ہے، اس اہمیت کے پیش نظر اس مقالہ میں کلاسیکی اصناف سخن کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں تحقیق وتنقید کا دامن مقدور بھر تھامے رکھنے کی ہر ممکن سعی ہے۔ تحقیقی مقالے کی شرائط اور حدود ضخامت کے پیش نظر مختلف اصناف سخن کے مباحث میں کفایت سے کام لیا گیا ہے۔ مختصر تاریخ، عربی وفارسی روایات، مختلف ادوار میں اصناف سخن میں ہیئت وموضوع اور پیرایۂ بیان کی تبدیلیوں کو اساتذہ فن کی تحقیق وتنقید اور تجزیہ کی روشنی میں اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں اردو کی کلاسیکی اصناف شاعری کی جامع مختصر اور مستند تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔

اردو زبان تعداد اصناف کے لحاظ سے بھی مالا مال ہے۔ تمام شعری اصناف کا اختصاص، روایات اور تدریجی ارتقا کا مطالعہ اور تجزیہ کار دراز تھا۔ موضوع کی وسعت کے باعث بحر بیکراں کی غواصی بھی کرنی تھی۔ خذف کے ذخیروں سے صدف کی تلاش اور شناخت بھی اور مشکل ترین مرحلہ خذف ریزوں سے صدف کو الگ کرنا اور تحقیقی وتنقیدی نکات کو سامنے رکھ کر پیش کرنا تھا۔ ہر صنف پر کتب اور رسائل میں مضامین کی ایک طویل فہرست۔ ابتداء میں کتب اور مضامین دیکھ کر اور پڑھ کر ذہن بہت منتشر رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ جب مطالعہ میں وسعت پیدا ہوئی اور مستند وغیر مستند مواد سامنے آنے لگا تو شکوک وشبہات کا ازالہ ہوا۔ ذہن واضح ہوا کہ کن نقوش پر کام کرنا ہے، کیا اور کس طرح پیش کیا جائے۔ بہت سے غلط تصورات جو غیر مستند کتب کے باعث پیدا ہو گئے تھے ان کو اساتذہ کی تحریروں اور تحقیق کی روشنی میں، تنقیدی نکات کے پیش نظر سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان تمام امور کے لیے بہت زیادہ کتب بینی کرنی پڑی اہم بھی اور غیر اہم بھی کیونکہ جب تک سب کچھ سامنے نہ ہو ہم مستند فن پارے پیش نہیں کر سکتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے اصول نقد کا اردو زبان وادب پر غیر معمولی اثر رہا ہے اس بنا پر اس کو بنیادی ماخذ کے طور پر پڑھنا اور سمجھنا ناگزیر تھا۔ انگریزی سے تراجم کی بنیاد پر جو مواد اردو میں شامل ہوا اس میں بھی تحقیقی مطالبات کے باعث انگریزی کتب کا مطالعہ بنیادی ماخذ کے طور پر کیا۔ عربی، فارسی، انگریزی کے علاوہ تمام اصناف میں اردو کے اساتذہ فن کی تحریروں کے مطالعہ کے بعد ہی اس مقالہ میں مواد کو پیش کیا ہے۔ حتی المقدور تحقیق وتنقید کے اصولوں کو برتنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس اعتراف میں کوئی عار نہیں کہ میں اس میدان میں نوآموز ہوں اور بلاشبہ بہت سی کمیاں، غلطیاں اور کوتاہیاں موجود ہیں۔ اساتذہ انہیں طالب علمی کی ناپختگی، ناتجربہ کاری اور کم علمی سمجھ کر درگزر کر سکتے ہیں۔ اردو شاعری کے تاریخی ارتقاء، اصناف سخن کی جداگانہ اہمیت وافادیت اور دور حاضر میں ان کی معنویت کے بہت سے روشن باب قارئین سامنے آسکیں گے کیوں کہ یہ دور تاریخ میں غالباً ''زبان کشی'' کا بدترین دور ہے۔ قوموں کے عروج وزوال کا انحصار ان کے تخیل پر ہے اور تخیل الفاظ یعنی زبان وادب کے ذریعہ ہی سامنے آتا ہے۔ نئے عہد میں کلاسکی اصناف سخن کی شعریات، تاریخ اور تہذیب کی بازیافت کی اشد ضرورت ہے۔

☆☆☆